بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورہ طٰہٰ (20)

آیت نمبر (1 تا 8)

ث ر ی

(س) ثَرِیَ مٹی کا خشک ہونے کے بعد تر اور نم ہونا۔

ثَرًی صفت ہے۔ تری۔ نمی۔ پھر گیلی مٹی کے لیے بھی آتا ہے، زیر مطالعہ آیت۔6۔

ترکیب

(آیت۔4)۔ لفظ اَلْعُلٰی کو سمجھ لیں۔ مادہ ''ع ل و'' سے افعل تفضیل میں مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر لفظ عُلْيَا بنتا ہے۔ اس کی جمع فُعَلٌ کے وزن پر اصلاً عُلَوٌ بنتی ہے قاعدہ کے مطابق تبدیلی ہو کر حالت رفع و جر میں عُلٍ اور نصب میں عُلًيَا آئے گی۔ اور جب اس پر لام تعریف داخل ہو گا تو رفع، نصب، جر، تینوں حالتوں میں یہ لفظ اَلْعُلٰی آئے گا کیونکہ اَلْعُلَوُ اَلْعُلَوَ۔ اَلْعُلَوِ، تینوں قاعدہ کے مطابق تبدیل ہو کر اَلْعُلٰی بنیں گے، یہاں پر اَلسَّمٰوٰتِ کی صفت ہونے کی وجہ سے یہ حالت نصب میں ہے۔ (آیت۔7) اَخْفٰی باب افعال میں ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ یہ افعل تفضیل میں اَخْفَوُ سے تبدیل ہو کر اَخْفٰی بنا ہے۔

ترجمہ

طٰهٰ ۚ①	مَاۤ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْقُرْاٰنَ	لِتَشْقٰۤى ۙ②	اِلَّا تَذْكِرَةً
	ہم نے نہیں اتارا	آپ پر	اس قرآن کو	کہ آپ سختی میں پڑھیں	یاددہانی کرنے کے لیے

لِّمَنْ	يَّخْشٰى ۙ③	تَنْزِيْلًا	مِّمَّنْ	خَلَقَ	الْاَرْضَ
اس کو جو	ڈر رکھتا ہے	اتارا ہوا ہوتے ہوئے	اس (کی طرف) سے جس نے	پیدا کیا	زمین کو

وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۗ④	اَلرَّحْمٰنُ	عَلَى الْعَرْشِ	اسْتَوٰى ⑤	لَهٗ
اور بہت بلند آسمان کو	رحمٰن	عرش پر	متمکن ہوا	اس ہی کا ہے

مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	وَمَا
وہ جو	آسمانوں میں ہے	اور وہ جو	زمین میں ہے	اور وہ جو	ان دونوں کے درمیان ہے	اور وہ جو

تَحْتَ الثَّرٰى ⑥	وَاِنْ	تَجْهَرْ	بِالْقَوْلِ	فَاِنَّهٗ
گیلی مٹی کے نیچے ہے (یعنی معدنیات)	اور اگر	تم نمایاں کرو	بات کو	تو بیشک وہ تو

يَعْلَمُ	السِّرَّ	وَاَخْفٰى ⑦	اَللّٰهُ	لَاۤ اِلٰهَ
جانتا ہے	بھید کو	اور اس سے زیادہ پوشیدہ کو (یعنی نیت کو)	اللہ (وہ ہے کہ)	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے

اِلَّا	هُوَ ؕ	لَهُ	الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧
مگر	وہ (ہی)	اس کے لیے ہی	تمام خوبصورت نام ہیں

نوٹ:1 زیر مطالعہ آیت۔5 قرآن مجید کے متشابہات میں سے ہے۔ اب اس کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہوگئی ہے کہ ہمارے مسیح بھائی اکثر اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تثلیث کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں ہے۔ جیسے قرآن کے متشابہات کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں ہے۔ پھر زیادہ تر لوگ زیر مطالعہ آیت۔5 کا ہی حوالہ دیتے ہیں۔ جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب نے ''بائبل سے قرآن تک'' نامی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔ ہم اس کا ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں تاکہ عقیدہ تثلیث اور متشابہات کا فرق واضح ہوجائے۔

قرآن جن کو متشابہات کہتا ہے وہ عقل سے ماوراء تو ہوتے ہیں (یعنی عقل کی پہنچ سے باہر تو ہوتے ہیں) لیکن عقل کے خلاف نہیں ہوتے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا جیسے حروفِ مقطعات۔ دوسری قسم وہ ہے جن کے الفاظ سے ایک ظاہری مفہوم سمجھ میں آتا ہے، اور اگر وہ مفہوم ماورائے عقل ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہاں ظاہری مفہوم یقیناً مراد نہیں ہے اور اصل مفہوم کیا ہے؟ وہ معلوم نہیں۔ مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ ان الفاظ کا ایک ظاہری مفہوم نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر سیدھا ہوگیا۔ لیکن یہ مفہوم عقل سے ماورا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے اور وہ کسی مکان کی قید میں مقید نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ کچھ اور مراد ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ عقیدۂ تثلیث متشابہات کی پہلی قسم میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس عقیدے میں جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کا ایک ظاہری مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ دوسری قسم میں بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عیسائی حضرات اگر یوں کہتے کہ اس عقیدے کا ظاہری مفہوم خلافِ عقل ہے اس لیے ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ کچھ اور مراد ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے، تب تو بات بن سکتی تھی۔ لیکن عیسائی مذہب تو یہ کہتا ہے کہ اس عقیدے کا ظاہری مفہوم ہی مراد ہے۔ ہر عیسائی کو ماننا پڑے گا کہ خدا تین اقنوم ہیں اور یہ تین ایک ہیں۔ گویا وہ خلاف عقل بات کو عقیدہ بناتا ہے اور اس کی دلیل کو انسانی سمجھ سے ماوراء کہتا ہے۔ اس کے برخلاف مسلمان متشابہات کے ظاہری مفہوم کو ماورائے عقل ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اس کی صحیح مراد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اس لیے عقیدۂ تثلیث کو قرآن کی متشابہات سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

آیت نمبر (9 تا 16)

ق ب س

(ض) قَبْسًا : آگ سے آگ جلانا۔

قَبَسٌ : آگ سے حاصل کی ہوئی آگ۔ جلتا ہوا کوئلہ۔ انگارہ۔ زیر مطالعہ آیت۔10

(افتعال) اِقْتِبَاسًا : آگ یا کسی چیز سے اس کا کوئی جز یا ٹکڑا لینا۔ ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ﴾ (57/الحدید:13) ''تم لوگ راہ دیکھو ہماری تو ہم کوئی حصہ حاصل کرلیں تمہارے نور سے۔''

خ ل ع

(ف) خَلْعًا : کوئی پہنی ہوئی چیز اتارنا جیسے ٹوپی اتارنا۔ زیر مطالعہ آیت۔12۔

1253

ن ع ل

(ف) نَعْلًا — جوتا عطا کرنا پہنانا۔

نَعْلٌ — جوتا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 12

ط و ی

(ض) طَيًّا — کسی چیز کو تہہ درتہہ لپیٹنا جیسے کپڑے کا تھان لپیٹا جاتا ہے۔ ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ﴾ (21/الانبیاء:104) ''جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جیسے عدالتی ریکارڈ لپیٹنا لکھا ہوا ہونے کے لیے۔''

مَطْوِيَّةٌ — لپیٹی ہوئی۔ ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ؕ﴾ (39/الزمر:67) ''اور آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔''

طُوًى — قرآن میں یہ اسم علم کے طور پر آیا ہے۔ ایک وادی کا نام۔ زیر مطالعہ آیت۔ 12

ترجمہ

وَهَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨	اِذْ	رَا	نَارًا	فَقَالَ
اور کیا	پہنچی آپؐ کے پاس	موسیٰؑ کی بات	جب	انہوں نے دیکھی	ایک آگ	تو انہوںؑ نے کہا

لِاَهْلِهِ	امْكُثُوْٓا	اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ	نَارًا	لَّعَلِّيْٓ	اٰتِيْكُمْ
اپنے گھر والوں سے	تم لوگ ٹھہرو	بیشک میں نے دیکھی	ایک آگ	شاید کہ	میں لاؤں تمہارے پاس

مِّنْهَا	بِقَبَسٍ	اَوْ	اَجِدُ	عَلَى النَّارِ	هُدًى ⑩	فَلَمَّآ
اس سے	کوئی انگارہ	یا	میں پاؤں	آگ پر	کوئی رہنمائی	پھر جب

اَتٰىهَا	نُوْدِيَ	يٰمُوْسٰى ؕ⑪	اِنِّيْٓ اَنَا	رَبُّكَ
وہ پہنچے اس کے پاس	تو آواز دی گئی	اے موسیٰؑ	بیشک میں ہی	آپؐ کا رب ہوں

فَاخْلَعْ	نَعْلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ	بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
تو آپؐ اتار دیں	اپنے دونوں جوتے	بیشک آپؐ	اس پاک کی ہوئی وادی میں ہیں

طُوًى ؕ⑫	وَاَنَا	اخْتَرْتُكَ	فَاسْتَمِعْ	لِمَا
جو طویٰ (کہلاتی) ہے	اور میں نے	چنا آپؐ کو	تو آپؐ دھیان سے سنیں	اس کو جو

يُوْحٰى ⑬	اِنَّنِيْٓ اَنَا	اللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّآ اَنَا	فَاعْبُدْنِيْ ۙ
وحی کیا جائے	بیشک میں ہی	اللہ ہوں	کوئی الٰہ نہیں	سوائے میرے	پس آپؐ بندگی کریں میری

وَاَقِمِ	الصَّلٰوةَ	لِذِكْرِيْ ⑭	اِنَّ	السَّاعَةَ
اور آپؐ قائم کریں	نماز کو	میری یاد کے لیے	بیشک	وہ گھڑی (یعنی قیامت)

اٰتِيَةٌ	اَكَادُ	اُخْفِيْهَا	لِتُجْزٰى	كُلُّ نَفْسٍ
آنے والی ہے	میں ارادہ کرتا ہوں کہ	میں خفیہ رکھوں اس کو	تاکہ جزا دی جائے	ہر جان کو

بِمَا	تَسْعٰی ⑮	فَلَا يَصُدَّنَّكَ	عَنْهَا	مَنْ	1253لَّا يُؤْمِنُ
اس کی جو	اس نے بھاگ دوڑ کی	پس ہرگز نہ روکے آپؐ کو	اس سے	وہ جو	ایمان نہیں لاتا

بِهَا	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَتَرْدٰى ⑯
اس پر	اور اس نے پیروی کی	اپنی خواہش کی	ورنہ تُو تباہ برباد ہوگا

نوٹ: 1

آیت۔12 میں حضرت موسیٰؑ کو جوتے اتارنے کا جو حکم ہے اس کی وجہ سے یہودیوں میں یہ شرعی مسئلہ بن گیا کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے فرمایا کہ یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور جوتے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دونوں طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو جوتے کو پلٹ کر دیکھ لے اگر کوئی گندگی لگی ہو تو زمین سے رگڑ کر صاف کر لے اور ان ہی جوتوں کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ ایک اور حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کسی نے گندگی کو پامال کیا ہو تو مٹی اس کو پاک کر دینے کے لیے کافی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایک جگہ گندگی لگی ہوگی تو دوسری جگہ جاتے جاتے خود زمین ہی اس کو پاک کر دے گی۔ ان احادیث کی بنا پر اکثر فقہا اس بات کے قائل ہیں کہ جوتا زمین کی مٹی سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ لہٰذا ان احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے جانا چاہے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ البتہ گھاس یا کھلے میدان میں جوتے پہنے پہنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جو لوگ میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (17 تا 24)

ھ ش ش

(ن) هَشًّا درخت سے پتے جھاڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 18

ء ر ب

(س) اَرَبًا کسی چیز کا بہت دلدادہ و مشاق ہونا۔ حاجتمند ہونا۔ ضرورت مند ہونا۔

اِرْبَةٌ حاجت ضرورت۔ ﴿ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ (24/النور:31) ''یا تابع لوگ یعنی نوکر بغیر (جنسی) حاجت والے مردوں میں سے۔''

مَاٰرَبَةٌ ج مَاٰرِبُ۔ اسم الظرف ہے۔ حاجت پوری کرنے کی جگہ یا وقت یعنی موقع۔ زیر مطالعہ آیت۔ 18

ض م م

(ن) ضَمًّا دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو باہم ملا دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 22

ترجمہ

1253

وَمَا تِلْكَ	بِيَمِيْنِكَ	يٰمُوْسٰى ⑰	قَالَ	هِيَ	عَصَايَ
اور وہ کیا ہے	آپؑ کے ہاتھ میں	اے موسیٰؑ	انہوںؑ نے کہا	یہ	میری لاٹھی ہے

اَتَوَكَّؤُا	عَلَيْهَا	وَاَهُشُّ	بِهَا	عَلٰى غَنَمِيْ	وَلِيَ
میں ٹیک لگاتا ہوں	اس پر	اور میں پتے جھاڑتا ہوں	اس سے	اپنی بکریوں پر	اور میرے لیے

فِيْهَا	مَاٰرِبُ اُخْرٰى ⑱	قَالَ	اَلْقِهَا
اس میں	ضرورت پوری کرنے کے دوسرے مواقع ہیں	(اللہ تعالیٰ نے) کہا	آپؑ ڈال دیں اس کو

يٰمُوْسٰى ⑲	فَاَلْقٰهَا	فَاِذَا	هِيَ	حَيَّةٌ	تَسْعٰى ⑳
اے موسیٰؑ	تو انہوںؑ نے ڈالا اس کو	تو جب ہی	وہ	زندہ (سانپ) تھی	دوڑتی ہوئی

قَالَ	خُذْهَا	وَلَا تَخَفْ	سَنُعِيْدُهَا	سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ㉑
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	آپؑ پکڑیں اس کو	اور مت ڈریں	ہم لوٹا دیں گے اس کو	اس کی پہلی خصلت پر

وَاضْمُمْ	يَدَكَ	اِلٰى جَنَاحِكَ	تَخْرُجْ	بَيْضَاۗءَ
اور آپؑ ملائیں	اپنا ہاتھ	اپنی بغل کی طرف (یعنی سے)	تو وہ (ہاتھ) نکلے گا	سفید ہوتے ہوئے

مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ	اٰيَةً اُخْرٰى ㉒	لِنُرِيَكَ
کسی بھی برائی کے بغیر	ایک دوسری نشانی ہوتے ہوئے	تاکہ ہم دکھائیں آپؑ کو

مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ㉓	اِذْهَبْ	اِلٰى فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى ㉔
اپنی بڑی نشانیوں میں سے	(اب) آپؑ جائیں	فرعون کی طرف	بیشک اس نے	سرکشی کی

آیت نمبر (25 تا 35)

ترکیب

(آیت۔28) يَفْقَهُوْا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اس لیے اس سے پہلے لام کَی کو محذوف نہیں مان سکتے۔ (آیات 33۔34) كَثِيْرًا حال نہیں ہے بلکہ یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ یعنی یہ دراصل تَسْبِيْحًا كَثِيْرًا اور ذِكْرًا كَثِيْرًا ہے۔ (آیت۔35) فَعِيْلٌ کے وزن پر عَلِيْمٌ۔ خَبِيْرٌ۔ بَصِيْرٌ وغیرہ کے ساتھ عموماً ''بِ'' کا صلہ آتا ہے۔ یہاں لفظ بِنَا میں ''بِ'' دراصل بَصِيْرًا کا صلہ ہے اور نَا اس کی ضمیر مفعولی ہے۔

ترجمہ

قَالَ	رَبِّ	اشْرَحْ	لِيْ	صَدْرِيْ ㉕	وَيَسِّرْ	لِيْٓ
انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	تو کشادہ کردے	میرے لیے	میرے سینے کو	اور تو آسان کردے	میرے لیے

اَمْرِيْ ㉖	وَاحْلُلْ	عُقْدَةً	مِّنْ لِّسَانِيْ ㉗	يَفْقَهُوْا	قَوْلِيْ ㉘
میرے کام کو	اور تو کھول دے	گرہ کو	میری زبان (میں) سے	وہ لوگ سمجھیں	میری بات کو

وَاجْعَلْ	لِّیْ	وَزِيْرًا	مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾	هٰرُوْنَ	اَخِي ﴿۳۰﴾ 1253
اورتو بنادے	میرے لیے	ایک معاون	میرے گھر والوں (میں) سے	جو ہارون ہے	میرا بھائی

اشْدُدْ	بِهٖٓ	اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾	وَاَشْرِكْهُ	فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾
توسخت کردے	اس سے	میری قوت کو	اور تو شریک کردے اس کو	میرے کام میں

كَيْ	نُسَبِّحَكَ	كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾	وَّنَذْكُرَكَ	كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾	اِنَّكَ	كُنْتَ
تا کہ	ہم تسبیح کریں تیری	کثرت سے	اور ہم یاد کریں تجھ کو	کثرت سے	بیشک تو	ہے

بِنَا	بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾
ہم کو	ہمیشہ اور ہر حال میں دیکھنے والا

نوٹ:1 حضرت موسیٰؑ نے زبان کی گرہ کھولنے کی جو دعا مانگی تھی اس کی بائبل میں جو تشریح بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے عرض کیا ''اے خداوند، میں فصیح نہیں ہوں۔ نہ پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا بلکہ رُک رُک کر بولتا ہوں اور میری زبان کند ہے۔'' مگر تلمود میں ایک لمبا چوڑا قصہ بیان ہوا ہے کہ بچپن میں موسیٰؑ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا تو زبان میں لکنت پڑ گئی۔ لیکن عقل اسے ماننے سے انکار کرتی ہے۔ اس لیے کہ اگر بچے نے آگ پر ہاتھ مارا بھی تو یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ وہ انگارے کو اٹھا کر منہ میں لے جا سکے۔ بچہ تو آگ کی جلن محسوس کرتے ہی ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ قرآن کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اندر خطابت کی صلاحیت نہ پاتے تھے اور ان کو اندیشہ تھا کہ نبوت کے فرائض ادا کرنے کے لیے تقریر کی ضرورت پیش آئی تو ان کی جھجک مانع ہوگی۔ اس لیے انہوں نے دعا کی۔ ان کی یہ کمزوری دور ہوگئی۔ چنانچہ قرآن اور بائبل میں ان کی بعد کے دور کی جو تقریریں آئی ہیں وہ کمال فصاحت کی شہادت دیتی ہیں۔

آیت نمبر (36 تا 41)

ق ذ ف

(ض) **قَذْفًا** (۱) کوئی چیز پھینک دینا۔ (۲) کوئی چیز کسی پر پھینک کر مارنا۔ (۳) کوئی چیز کسی چیز میں ڈالنا۔ اس کے لیے عموماً فِیْ کا صلہ آتا ہے۔ ﴿حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا﴾ (20/طٰہٰ:87) ''اٹھوائے گئے ہم سے کچھ بوجھ قوم کی زینت یعنی زیور میں سے تو ہم نے پھینک دیا ان کو۔'' ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ﴾ (21/الانبیاء:18) ''بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر۔'' ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ (33/الاحزاب:26) ''اور اس نے ڈالا ان کے دلوں میں رعب۔''

اِقْذِفِيْ یہ فعل امر میں واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ ہے۔ تو ایک عورت پھینک دے۔ ڈال دے۔ زیر مطالعہ آیت۔39

د ل ل

(ن) **دَلُوْلًا** رہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ زیر مطالعہ آیت۔40

دَلِیْلٌ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ رہنمائی کرنے والا۔ دلیل۔ حجت۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ﴾ (25/الفرقان:45) ’’پھر ہم نے بنایا سورج کو اس پر ایک دلیل۔‘‘

ترجمہ

وَلَقَدْ مَنَنَّا	يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾	سُؤْلَكَ	قَدْ اُوْتِيْتَ	قَالَ
اور بیشک ہم احسان کر چکے ہیں	اے موسیٰ ؑ	آپؑ کی التجا	آپؑ کو دی جا چکی ہے	(اللہ نے) کہا

يُوْحٰى ﴿۳۸﴾	مَا	اِلٰٓى اُمِّكَ	اَوْحَيْنَآ	اِذْ	مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾	عَلَيْكَ
وحی کیا گیا	وہ جو	آپؑ کی والدہ کی طرف	ہم نے وحی کیا	جب	ایک اور بار (بھی)	آپؑ پر

فِي الْيَمِّ	فَاقْذِفِيْهِ	فِي التَّابُوْتِ	اقْذِفِيْهِ	اَنِ
پانی میں	پھر آپ ڈال دیں اس (صندوق) کو	اس صندوق میں	آپ ڈال دیں اس (بچے) کو	کہ

وَعَدُوٌّ لَّهٗ	عَدُوٌّ لِّيْ	يَاْخُذْهُ	بِالسَّاحِلِ	الْيَمُّ	فَلْيُلْقِهِ
اور اس (بچے) کا دشمن	میرا دشمن	تو پکڑے اس کو	ساحل پر	پانی	پھر چاہیے کہ ڈال دے اس کو

وَلِتُصْنَعَ	مِّنِّيْ	مَحَبَّةً	عَلَيْكَ	وَاَلْقَيْتُ
اور تا کہ آپؑ پروان چڑھائے جائیں	اپنی طرف سے	ایک محبت	آپ پر (کے لیے)	اور میں نے ڈال دی

اَدُلُّكُمْ	هَلْ	فَتَقُوْلُ	اُخْتُكَ	تَمْشِيْٓ	اِذْ	عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾
میں پتہ دوں تم لوگوں کو	کیا	تو انہوں نے کہا	آپ کی بہن	چلتی تھیں	جب	میری آنکھ کے سامنے

تَقَرَّ	كَيْ	اِلٰٓى اُمِّكَ	فَرَجَعْنٰكَ	يَّكْفُلُهٗ	عَلٰى مَنْ
ٹھنڈی ہو	تا کہ	آپؑ کی والدہ کی طرف	تو ہم نے واپس کیا آپؑ کو	پال پوس دے اس کو	اس کا جو

مِنَ الْغَمِّ	فَنَجَّيْنٰكَ	نَفْسًا	وَقَتَلْتَ	وَلَا تَحْزَنَ	عَيْنُهَا
غم سے	تو ہم نے نجات دی آپؑ کو	ایک جان کو	اور آپؑ نے قتل کیا	اور وہ غمگین نہ ہوں	ان کی آنکھ

فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ	سِنِيْنَ	فَلَبِثْتَ	فُتُوْنًا	وَفَتَنّٰكَ
مدین والوں میں	کچھ سال	پھر آپ ٹھہرے	جیسے آزمائش میں ڈالنے کا حق ہے	اور ہم نے آزمائش میں ڈالا آپؑ کو

لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾	وَاصْطَنَعْتُكَ	يٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾	عَلٰى قَدَرٍ	جِئْتَ	ثُمَّ
اپنے آپ کے لیے	اور میں نے اہتمام سے پروان چڑھایا آپؑ کو	اے موسیٰؑ	ایک (مقرر) اندازے پر	آپؑ آئے	پھر

نوٹ:1 لفظ وحی کے لغوی معنی ایسے خفیہ کلام کے ہیں جو صرف مخاطب کو معلوم ہو، اور دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے وحی کسی کے لیے مخصوص نہیں، نبی و رسول اور عام مخلوق بلکہ جانور تک اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کو بذریعہ وحی تلقین و تعلیم کرنے کا ذکر اسی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (آیت۔16/النحل:68) موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی بھی اسی لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ اس سے ان کا نبی یا رسول ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے بی بی مریم کو ارشادات ربانی پہنچے باوجود یکہ وہ نبی یا رسول نہیں تھیں۔ اس طرح کی لغوی وحی

بطور الہام کے ہوتی ہے جیسے اولیاء اللہ کو اس قسم کے الہامات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اس کا تعلق صرف اس شخص کی ذات سے ہوتا ہے جس کو یہ وحی 1253 الہام ہوتی ہے، اصلاح خلق اور دعوت و تبلیغ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس وحی نبوت کا منشاء ہی مخلوق کی اصلاح کے لیے کسی کو کھڑا کرنا اور دعوت و تبلیغ پر مامور کرنا ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ اپنی وحی پر خود بھی ایمان لائے اور دوسروں کو بھی اپنی نبوت کو ماننے اور اپنی وحی کے ماننے کا پابند بنائے۔ جو اس کو نہ مانے اسے کافر قرار دے۔

وحی لغوی یعنی وحی الہام میں اور وحی اصطلاحی یعنی وحی نبوت میں یہی فرق ہے۔ وحی لغوی ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ جبکہ نبوت اور وحی نبوت خاتم الانبیاء ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2

امتحانات اور آزمائشیں انسان کی تعلیم و تربیت کا لازمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کے ذریعہ سے انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس لیے ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ جو شخص ان سے گھبراتا اور بھاگتا ہے وہ گویا اپنی تربیت سے گھبراتا اور بھاگتا ہے۔ ڈرنے کی کوئی چیز ہی تو وہ یہ ہے کہ امتحان میں وہ کہیں ناکام نہ رہ جائے۔ یہ امتحانات صرف مشکلات اور مصائب ہی کی راہ سے پیش نہیں آتے بلکہ انعامات اور افضال کی شکل میں بھی پیش آتے ہیں۔ مصائب و مشکلات کے امتحانات میں اللہ تعالیٰ بندے کے صبر کی تربیت فرمانا چاہتا ہے اور انعامات و افضال کے امتحان میں اس کے شکر کو پروان چڑھانا چاہتا ہے۔ اسی صبر و شکر پر تمام اعلیٰ صفات انسانی کا انحصار ہے۔ ان ہی دونوں صفتوں کی تکمیل پر نفس مطمئنہ کی بادشاہی حاصل ہوتی ہے اور پھر اسی کا ثمرہ وہ ابدی بادشاہی ہے جس کو قرآن نے رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ شکر کا امتحان زیادہ مشکل ہے۔ اس میں پاس ہونے والوں کا اوسط بہت کم ہے۔ ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾﴾ (34/سبا:13)'' میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (42 تا 50)

و ن ی

(ض) وَنِيًا سست ہونا۔ تھکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔42

ترجمہ

اِذْهَبْ	اَنْتَ	وَاَخُوْكَ	بِاٰيٰتِيْ	وَلَا تَنِيَا
آپؑ جائیں	آپؑ	اور آپؑ کے بھائی	میری نشانیوں کے ساتھ	اور آپؑ دونوں سستی نہ کریں

فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾	اِذْهَبَآ	اِلٰى فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى ﴿٤٣﴾
میری یاد میں	آپؑ دونوں جائیں	فرعون کی طرف	بیشک اس نے	سرکشی کی ہے

فَقُوْلَا	لَهٗ	قَوْلًا لَّيِّنًا	لَّعَلَّهٗ	يَتَذَكَّرُ	اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾
پھر تم دونوں کہنا	اس سے	نرم بات	شاید کہ وہ	نصیحت حاصل کرے	یا وہ ڈرے

قَالَا	رَبَّنَآ	اِنَّنَا نَخَافُ	اَنْ	يَّفْرُطَ	عَلَيْنَآ	اَوْ اَنْ
دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	بیشک ہم ڈرتے ہیں	کہ	وہ زیادتی کرے	ہم پر	یا یہ کہ

يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾	قَالَ	لَا تَخَافَآ	اِنَّنِيْ	مَعَكُمَآ
وہ سرکشی کرے (پیغام سے)	(اللہ نے) کہا	تم دونوں مت ڈرو	بیشک میں	تم دونوں کے ساتھ ہوں

اَسۡمَعُ	وَ اَرٰی ﴿۴۶﴾	فَاۡتِیٰهُ	فَقُوۡلَاۤ
میں سنتا ہوں	اور میں دیکھتا ہوں	پس تم دونوں پہنچو اس کے پاس	1253 پھر تم دونوں کہو

اِنَّا	رَسُوۡلَا رَبِّکَ	فَاَرۡسِلۡ	مَعَنَا	بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ
کہ ہم دونوں	تیرے رب کے رسول ہیں	پس تو بھیج	ہمارے ساتھ	بنی اسرائیل کو

وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ	قَدۡ جِئۡنٰکَ	بِاٰیَۃٍ	مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ
اور تو عذاب مت دے ان کو	ہم آئے ہیں تیرے پاس	ایک نشانی کے ساتھ	تیرے رب (کی طرف) سے

وَالسَّلٰمُ	عَلٰی مَنِ	اتَّبَعَ	الۡهُدٰی ﴿۴۷﴾	اِنَّا	قَدۡ اُوۡحِیَ
اور سلامتی ہے	اس پر جس نے	پیروی کی	ہدایت کی	بیشک	وحی کی گئی ہے

اِلَیۡنَاۤ	اَنَّ	الۡعَذَابَ	عَلٰی مَنۡ	کَذَّبَ	وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾	قَالَ
ہماری طرف	کہ	عذاب	اس پر ہے جس نے	جھٹلایا	اور منہ موڑا	(فرعون نے) کہا

فَمَنۡ	رَّبُّکُمَا	یٰمُوۡسٰی ﴿۴۹﴾	قَالَ	رَبُّنَا	الَّذِیۡۤ	اَعۡطٰی
تو کون	تم دونوں کا رب ہے	اے موسیٰؑ	انہوںؑ نے کہا	ہمارا رب	وہ ہے جس نے	عطا کی

کُلَّ شَیۡءٍ	خَلۡقَهٗ	ثُمَّ	هَدٰی ﴿۵۰﴾
ہر چیز کو	اس کی پیدائش	پھر	اس نے ہدایت دی

آیت نمبر (51 تا 55)

ش ت ت

(ض) **شَتًّا** پراگندہ ہونا۔ متفرق ہونا۔

شَتٌّ ج اَشۡتَاتٌ۔ پراگندہ۔ الگ الگ۔ ﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ﴾ (24/النور:61) ”تم لوگوں پر کوئی گرفت نہیں ہے کہ تم لوگ کھاؤ اکٹھا ہوتے ہوئے یا الگ الگ ہوتے ہوئے۔“

شَتِیۡتٌ ج شَتّٰی۔ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ متفرق۔ الگ الگ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 53

ترجمہ

قَالَ	فَمَا	بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی ﴿۵۱﴾	قَالَ	عِلۡمُهَا	عِنۡدَ رَبِّیۡ
(فرعون نے) کہا	تو کیا ہے	پہلی امتوں کی حالت	انہوںؑ نے کہا	اس کا علم	میرے رب کے پاس

فِیۡ کِتٰبٍ ۚ	لَا یَضِلُّ	رَبِّیۡ	وَلَا یَنۡسَی ﴿۫۵۲﴾	الَّذِیۡ	جَعَلَ
ایک کتاب میں ہے	نہیں بھٹکتا	میرا رب	اور نہ وہ بھولتا ہے	وہ، وہ ہے جس نے	بنایا

لَکُمُ	الۡاَرۡضَ	مَهۡدًا	وَّ سَلَکَ	لَکُمۡ	فِیۡهَا	سُبُلًا	وَّ اَنۡزَلَ
تمہارے لئے	زمین کو	ایک بچھونا	اور اس نے ڈالے	تمہارے لئے	اس میں	کچھ راستے	اور اس نے اتارا

مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖٓ	اَزْوَاجًا	مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾
آسمان سے	کچھ پانی	پھر ہم نے نکالے	اس سے	کچھ جوڑے	1253 متفرق سبزوں میں سے

كُلُوْا	وَارْعَوْا	اَنْعَامَكُمْ	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾
تم لوگ کھاؤ	اور چراؤ	اپنے مویشیوں کو	بیشک	اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	عقل والوں کے لئے

مِنْهَا	خَلَقْنٰكُمْ	وَفِيْهَا	نُعِيْدُكُمْ	وَمِنْهَا	نُخْرِجُكُمْ	تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾
اس سے	ہم نے پیدا کیا تم لوگوں کو	اور اس میں	ہم لوٹائیں گے تم لوگوں کو	اس سے	ہم نکالیں گے تم لوگوں کو	دوسری مرتبہ

نوٹ:1

آیات 47۔48۔ میں فرعون کو اللہ کا جو پیغام دیا گیا، اس پر سنجیدہ طریقے سے غور کرنے کے بجائے فرعون نے سوال کیا کہ اچھا اگر رب کے پاس سے آئے ہو تو ذرا پچھلی قوموں کا حال سناؤ کہ ان کا کیا بنا اور وہ کس حال میں ہیں۔ اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ اہل دربار میں ایک تعصب بھڑکا دیا جائے اور بات اصل موضوع یعنی اللہ کی تذکیر سے ہٹ جائے۔ جواب میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے کہ پہلی امتوں کے لوگ گمراہ اور جہنمی تھے تو چاہے یہ حق گوئی کا بڑا زبردست نمونہ ہوتا، مگر یہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بجائے فرعون کے مقصد کی زیادہ خدمت انجام دیتا۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے دانائی سے ایسا جواب دیا جو بجائے خود بھی حق تھا اور ساتھ ساتھ اس نے فرعون کے زہریلے دانت بھی توڑ دیئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے خدا کی ہاں جا چکے ہیں۔ ان کا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس موجود ہے۔ ان سے جو بھی معاملہ خدا کو کرنا ہے اس کو وہی جانتا ہے۔ مجھے اور تمہیں یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ ہمیں تو اس کی فکر ہونی چاہیے۔ کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اس طرح موسیٰؑ نے بات کا رخ پھر اصل موضوع کی طرف موڑ دیا۔ (تدبر قرآن اور تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (56 تا 64)

ترکیب

(آیت۔63) اس آیت میں اِنْ کو نافیہ ماننے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اِنْ نافیہ کے بعد عموماً اِلَّا آتا ہے جو کہ یہاں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لَسٰحِرٰنِ پر لام تاکید لگا ہوا ہے جو کہ عموماً اِنَّ کی خبر پر آتا ہے۔ اس لئے اسے اِنْ مخففہ ماننے کو ترجیح دی گئی ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	كُلَّهَا	فَكَذَّبَ	وَاَبٰى ﴿۵۶﴾
اور بیشک ہم دکھا چکے تھے اس (فرعون) کو	اپنی نشانیاں	ان کی سب	تو اس نے جھٹلایا	اور انکار کیا

قَالَ	اَ	جِئْتَنَا	لِتُخْرِجَنَا	مِنْ اَرْضِنَا	بِسِحْرِكَ
اس نے کہا	کیا	آپؑ آئے ہمارے پاس	کہ آپؑ نکالیں ہم کو	ہماری زمین سے	اپنے جادو سے

يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾	فَلَنَاْتِيَنَّكَ	بِسِحْرٍ	مِّثْلِهٖ	فَاجْعَلْ
اے موسیٰؑ	تو ہم لازماً لائیں گے آپؑ کے پاس	ایک جادو	اس کے جیسا	پس آپؑ بنائیں

بَيْنَنَا	وَبَيْنَكَ	مَوْعِدًا	لَّا نُخْلِفُهٗ	نَحْنُ
ہمارے درمیان	اور آپؑ کے درمیان	وعدے کا ایک وقت	ہم خلاف نہ کریں جس کے	ہم

وَلَآ اَنْتَ	مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾	قَالَ	مَوْعِدُكُمْ

اور نہ ہی آپؑ	ایک برابر جگہ (یعنی کھلے میدان) میں	انہوں نے کہا	تم لوگوں کے وعدے کا وقت

1253

يَوْمُ الزِّيْنَةِ	وَاَنْ	يُّحْشَرَ	النَّاسُ	ضُحًى ﴿٥٩﴾
زینت (یعنی جشن) کا دن ہے	اور یہ کہ	اکٹھا کئے جائیں	لوگ	چاشت کے وقت

فَتَوَلّٰى	فِرْعَوْنُ	فَجَمَعَ	كَيْدَهٗ
تو پلٹا (یعنی واپس ہوا)	فرعون	پھر اس نے جمع کی	اپنی خفیہ تدبیر (یعنی مکمل تیاری کی)

ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰى	وَيْلَكُمْ
پھر وہ پہنچا (وعدے کی جگہ پر)	کہا	ان لوگوں سے	موسیٰؑ نے	تم لوگوں کی ہلاکت ہے

لَا تَفْتَرُوْا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	فَيُسْحِتَكُمْ	بِعَذَابٍ ۚ	وَ
تم لوگ مت گھڑو	اللہ پر	کوئی جھوٹ	ورنہ وہ اکھاڑ پھینکے گا تم کو	کسی عذاب سے	اور

قَدْ خَابَ	مَنِ	افْتَرٰى ﴿٦١﴾	فَتَنَازَعُوْٓا	اَمْرَهُمْ
نامراد ہوگیا	وہ جس نے	(جھوٹ) گھڑا	تو (یہ سن کر) انہوں نے اختلاف کیا	اپنے معاملہ میں

بَيْنَهُمْ	وَاَسَرُّوا	النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾	قَالُوْٓا	اِنْ	هٰذٰنِ
آپس میں	اور انہوں نے پوشیدہ کیا	سرگوشی	(پھر) انہوں نے کہا	بیشک	یہ دونوں

لَسٰحِرٰنِ	يُرِيْدٰنِ	اَنْ	يُّخْرِجٰكُمْ	مِّنْ اَرْضِكُمْ
یقیناً جادوگر ہیں	چاہتے ہیں	کہ	وہ دونوں نکال دیں تم لوگوں کو	تمہاری زمین سے

بِسِحْرِهِمَا	وَيَذْهَبَا	بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾
اپنے جادو سے	اور وہ دونوں لے جائیں	تمہارے افضل طریقے (یعنی تہذیب) کو

فَاَجْمِعُوْا	كَيْدَكُمْ	ثُمَّ	ائْتُوْا	صَفًّا ۚ	وَقَدْ اَفْلَحَ
پس تم لوگ جمع کرو	اپنے داؤں پیچ	پھر	تم سب آؤ	صف بنائے ہوئے	اور مراد پالی

الْيَوْمَ	مَنِ	اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾
آج کے دن	اس نے جو	غالب ہوا

نوٹ:1

موسیٰؑ کو مقابلہ کی دعوت دینے سے فرعون کا مدعا یہ تھا کہ ایک مرتبہ جادوگروں سے لاٹھیوں کو سانپ بنوا کر دکھا دیا جائے تو موسیٰؑ کے معجزے کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر ہوا ہے وہ دور ہو جائے گا۔ موسیٰؑ نے ان کے جشن کے دن کا انتخاب کیا تاکہ فرعون کے درباریوں کے ساتھ عوام بھی یہ مقابلہ دیکھ لیں۔ پھر مقابلہ شروع کرنے سے پہلے موسیٰؑ نے جو خطاب کیا اس سے لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ تفہیم القرآن میں ہے کہ یہ اختلاف فرعون کے درباریوں میں ہوا تھا۔ جبکہ معارف القران میں ہے کہ اختلاف ساحروں میں ہوا کہ یہ کلمات کوئی جادوگر نہیں کہہ سکتا، یہ تو اللہ ہی کی طرف سے معلوم ہوتے ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں گروہوں میں آپس میں اختلاف ہوا، پھر درباریوں میں جو شِیلے عنصر نے جہاندیدہ لوگوں کی بات نہ چلنے دی ہو اور فرعون سے مقابلہ کرانے کا فیصلہ کرا کے ساحروں کو سمجھایا ہو کہ یہ دونوں بس جادوگر ہیں اور تمہاری

حکومت اور تمہاری بے مثال تہذیب کو غارت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اپنے اختلاف ختم کر کے پوری تیاری کے ساتھ متحد ہو کر مقابلے کے لئے آؤ۔

آیت نمبر (65 تا 71)

ترکیب

(آیت۔69) اِنَّمَا یہاں پر کلمۂ حصر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر فعل صَنَعُوْا کا مفعول کَیْدَ سٰحِرٍ نصب میں آنا چاہئے تھا لیکن یہاں کَیْدُ سٰحِرٍ حالت رفع میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں اِنَّمَا دراصل اِنَّ مَا ہے۔ اس طرح اِنَّ کا اسم مَا صَنَعُوْا ہے اور کَیْدُ سٰحِرٍ اس کی خبر ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہے (آیت۔71) لَاُوصَلِّبَنَّکُمْ میں واؤ زائدہ ہے جو لکھی جاتی ہے، پڑھی نہیں جاتی۔

ترجمہ

قَالُوْا	يٰمُوْسٰٓى	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِىَ	وَاِمَّآ	اَنْ	نَّكُوْنَ
(جادوگروں نے) کہا	اے موسیٰؑ	یا یہ	کہ	آپؑ ڈالیں	اور یا یہ	کہ	ہم ہوں

اَوَّلَ مَنْ	اَلْقٰى ۝٦٥	قَالَ	بَلْ	اَلْقُوْا ۚ	فَاِذَا	حِبَالُهُمْ	وَعِصِيُّهُمْ
اس کے پہلے جو	ڈالے	انہوںؑ نے کہا	بلکہ	تم لوگ ڈالو	پھر تب ہی	ان کی رسیاں	اور ان کی لاٹھیاں

يُخَيَّلُ	اِلَيْهِ	مِنْ سِحْرِهِمْ	اَنَّهَا	تَسْعٰى ۝٦٦	فَاَوْجَسَ	فِىْ نَفْسِهٖ
تصور میں دی گئیں	انؑ کی طرف	ان کے جادو سے	کہ وہ	دوڑتی ہیں	تو محسوس کیا	اپنے جی میں

خِيْفَةً	مُّوْسٰى ۝٦٧	قُلْنَا	لَا تَخَفْ	اِنَّكَ	اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝٦٨
ایک خوف	موسیٰؑ نے	ہم نے کہا	آپؑ مت ڈریں	بیشک آپؑ	ہی غالب ہیں

وَاَلْقِ	مَا	فِىْ يَمِيْنِكَ	تَلْقَفْ	مَا
اور آپؑ ڈال دیں	اس کو جو	آپؑ کے داہنے ہاتھ میں ہے	تو وہ نگل لے گا	اس کو جو

صَنَعُوْا ۭ	اِنَّمَا	صَنَعُوْا	كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ
ان لوگوں نے کاریگری کی	بیشک وہ جو	انہوں نے کاریگری کی	جادو کرنے والے کی چالبازی ہے

وَلَا يُفْلِحُ	السّٰحِرُ	حَيْثُ	اَتٰى ۝٦٩	فَاُلْقِىَ	السَّحَرَةُ
اور مراد نہیں پاتا	جادو کرنے والا	جہاں کہیں سے	وہ آئے	تو ڈال دیئے گئے	جادوگر لوگ

سُجَّدًا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝٧٠
سجدہ کرنے والے ہوتے ہوئے	ان لوگوں نے کہا	ہم ایمان لائے	موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر

قَالَ	اٰمَنْتُمْ لَهٗ	قَبْلَ اَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ ۭ
(فرعون نے) کہا	تم لوگوں نے بات مان لی اس کی	اس سے پہلے کہ	میں اجازت دیتا	تم لوگوں پر

اِنَّهٗ	لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ	عَلَّمَكُمُ	السِّحْرَ ۚ	فَلَاُقَطِّعَنَّ
بیشک یہ	یقیناً تم لوگوں کا وہ بڑا ہے جس نے	سکھایا تم لوگوں کو	جادو	تو میں لازماً کاٹوں گا

أَيْدِيَكُمْ	وَأَرْجُلَكُمْ	مِّنْ خِلَافٍ	وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ 1253
تمہارے ہاتھ	اور تمہارے پاؤں	مخالف (طرف) سے	اور میں لازماً پھانسی دوں گا تم لوگوں کو

فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ	وَلَتَعْلَمُنَّ	اَيُّنَآ	اَشَدُّ	عَذَابًا	وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾
کھجور کے تنوں میں	اور تم لوگ لازماً جان لوگے	ہم میں سے کون	زیادہ سخت ہے	بلحاظ عذاب کے	اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

نوٹ:1

آیت نمبر۔67۔ میں قرآن اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ عام انسانوں کی طرح پیغمبر بھی جادو سے متاثر ہوسکتا ہے۔ اگرچہ جادوگر اس کی نبوت سلب کر لینے، یا اس کے اوپر نازل ہونے والی وحی میں خلل ڈال دینے یا اس کو گمراہ کر دینے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن کچھ دیر کے لئے اس کے قویٰ پر یک گونہ اثر ضرور ڈال سکتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی کھل جاتی ہے جو احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کی روایات پڑھ کر نہ صرف ان روایات کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر تمام حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دینے لگتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (72 تا 76)

ترجمہ

قَالُوْا	لَنْ نُّؤْثِرَكَ	عَلٰى مَا	جَآءَنَا	مِنَ الْبَيِّنٰتِ
(جادوگروں نے) کہا	ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو	ان پر جو	آئیں ہمارے پاس	واضح (نشانیوں) میں سے

وَالَّذِيْ	فَطَرَنَا	فَاقْضِ	مَآ	اَنْتَ	قَاضٍ ؕ	اِنَّمَا
اور اس پر جس نے	وجود بخشا ہم کو	پس تو فیصلہ کر	وہ جو	تو	فیصلہ کرنے والا ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

تَقْضِيْ	هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾	اِنَّآ	اٰمَنَّا	بِرَبِّنَا	لِيَغْفِرَ
تو فیصلہ کرتا ہے	اس دنیوی زندگی میں	بیشک	ہم ایمان لائے	اپنے رب پر	تاکہ وہ بخش دے

لَنَا	خَطٰيٰنَا	وَمَآ	اَكْرَهْتَنَا	عَلَيْهِ	مِنَ السِّحْرِ ؕ	وَاللّٰهُ
ہمارے لئے	ہماری خطاؤں کو	اور اس کو	تو نے مجبور کیا ہم کو	جس پر	(جیسے) جادو کرنا	اور اللہ

خَيْرٌ	وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾	اِنَّهٗ	مَنْ	يَّاْتِ	رَبَّهٗ
سب سے بہتر ہے	اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے	حقیقت یہ ہے کہ	جو	آئے گا	اپنے رب کے پاس

مُجْرِمًا	فَاِنَّ	لَهٗ	جَهَنَّمَ ؕ	لَا يَمُوْتُ	فِيْهَا	وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾
جرم کرنے والا ہوتے ہوئے	تو بیشک	اس کے لئے	جہنم ہے	نہ وہ مرے گا	اس میں	اور نہ جیئے گا

وَمَنْ	يَّاْتِهٖ	مُؤْمِنًا	قَدْ عَمِلَ	الصّٰلِحٰتِ	فَاُولٰٓئِكَ
اور جو	آئے گا اس کے پاس	ایمان لانے والا ہوتے ہوئے	اس نے عمل کئے ہیں	نیکیوں کے	تو یہ لوگ ہیں

لَهُمُ	الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾	جَنّٰتُ عَدْنٍ	تَجْرِىْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ 1253
جن کے لئے	بلند درجے ہیں	عدن کے باغات ہیں	بہتی ہیں	جن کے نیچے سے	نہریں

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا مَنْ	تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾
ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	ان میں	اور یہ	اس کی جزا ہے جس نے	پاکیزگی حاصل کی

نوٹ:1

ایک رائے یہ ہے کہ جادوگروں نے فرعون کو جو جواب دیا تھا وہ آیت۔73 پر ختم ہو گیا۔ اس کے آگے آیات 74۔76۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے جادوگروں کی بات کی تکمیل کے لئے ارشاد فرمائی ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ آیات بھی جادوگروں کی بات ہیں اور فرعون کو ان کا جواب آیت۔76۔ پر ختم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جادوگروں کو آخرت کی جزا و سزا کی کیفیات کا علم کیسے ہوا جسے ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ لیکن اگر جادوگروں کے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے پس منظر کو ذہن میں رکھا جائے (دیکھیں آیت۔7۔120۔نوٹ۔1) تو کسی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ توحید، آخرت اور رسالت کے متعلق بنو اسرائیل کے نظریات اور تعلیمات جادوگروں کے علم میں تھیں۔ پہلے وہ ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے اور تمام باتوں کی تصدیق کی۔

آیت نمبر (77 تا 82)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ	اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ	اَنْ	اَسْرِ	بِعِبَادِىْ	فَاضْرِبْ
اور بیشک ہم نے وحی کی تھی	موسیٰؑ کی طرف	کہ	آپؑ لے کر نکلیں	میرے بندوں کو	پھر آپؑ بنائیں

لَهُمْ	طَرِيْقًا	فِى الْبَحْرِ	يَبَسًا ۙ	لَّا تَخٰفُ	دَرَكًا
ان کے لئے	ایک راستہ	سمندر میں	سوکھا ہوتے ہوئے	آپؑ کو خوف نہیں ہوگا	پکڑے جانے کا

وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾	فَاَتْبَعَهُمْ	فِرْعَوْنُ	بِجُنُوْدِهٖ
اور نہ آپؑ کو ڈر ہوگا (ڈوبنے کا)	تو پیچھے لگا ان کے	فرعون	اپنے لشکروں کے ساتھ

فَغَشِيَهُمْ	مِّنَ الْيَمِّ	مَا	غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾	وَاَضَلَّ	فِرْعَوْنُ
پھر ڈھانپ لیا ان کو	پانی سے	اس چیز نے جس نے	ڈھانپا ان کو	اور گمراہ کیا	فرعون نے

قَوْمَهٗ	وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾	يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ	قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ	مِّنْ عَدُوِّكُمْ
اپنی قوم کو	اور ہدایت نہیں دی	اے بنی اسرائیل	ہم نے نجات دی ہے تم لوگوں کو	تمہارے دشمن سے

وَوٰعَدْنٰكُمْ	جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ	وَنَزَّلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾
اور معاہدہ کیا تم سے	کوہ طور کی داہنی جانب	اور ہم نے اتارا	تم لوگوں پر	من و سلویٰ

كُلُوْا	مِنْ طَيِّبٰتِ مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَلَا تَطْغَوْا	فِيْهِ
تم لوگ کھاؤ	ان چیزوں کے پاکیزہ سے جو	ہم نے عطا کیں تم کو	اور تم لوگ زیادتی مت کرنا	اس میں

فَيَحِلَّ	عَلَيْكُمْ	غَضَبِيْ ج	وَمَنْ	يَّحْلِلْ	عَلَيْهِ	غَضَبِيْ
ورنہ اتر جائے گا	تم لوگوں پر	میرا غضب	اور وہ	اترا	جس پر	میرا غضب

فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾	وَاِنِّيْ	لَغَفَّارٌ	لِّمَنْ	تَابَ	وَاٰمَنَ
تو وہ پستی میں گر پڑا	اور بیشک میں	یقیناً بہت بخشنے والا ہوں	اس کے لئے جو	توبہ کرے	اور ایمان لائے

وَعَمِلَ	صَالِحًا	ثُمَّ	اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾
اور عمل کرے	نیک	پھر	ہدایت (بھی) حاصل کرے

نوٹ: 1 آیت۔79۔میں جو جملہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی، یہ دراصل کفار مکہ کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ تمہارے سردار اور لیڈر بھی تم کو اسی راستے پر لیے جارہے ہیں جس پر فرعون اپنی قوم کو لے جارہا تھا۔اب تم خود دیکھ لو کہ یہ کوئی صحیح رہنمائی نہیں تھی۔

(تفہیم القران)

آیت نمبر (83 تا 89)

ترکیب (آیت۔89) اَلَّا يَرْجِعُ میں اَلَّا کو اَنْ لَا ماننا ممکن نہیں ہے۔کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مضارع حالت نصب میں يَرْجِعَ آتا۔لیکن یہ حالت رفع میں يَرْجِعُ آیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اَنْ مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ دراصل اَنَّهٗ لَا يَرْجِعُ ہے۔

ترجمہ

وَمَآ	اَعْجَلَكَ	عَنْ قَوْمِكَ	يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾	قَالَ	هُمْ
اور کس چیز نے	جلدی میں ڈالا آپؑ کو	آپؑ کی قوم سے	اے موسیٰؑ	انہوںؑ نے کہا	وہ لوگ

اُولَآءِ	عَلٰٓى اَثَرِيْ	وَعَجِلْتُ	اِلَيْكَ	رَبِّ	لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾
یہ ہیں	میرے نقش قدم پر (میرے پیچھے پیچھے)	اور میں نے جلدی کی	تیری طرف	اے میرے رب	تاکہ تو راضی ہو

قَالَ	فَاِنَّا	قَدْ فَتَنَّا	قَوْمَكَ	مِنْۢ بَعْدِكَ
(اللہ نے) کہا	تو بیشک	ہم نے آزمائش میں ڈالا ہے	آپؑ کی قوم کو	آپؑ کے بعد سے

وَاَضَلَّهُمُ	السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾	فَرَجَعَ	مُوْسٰٓى	اِلٰى قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ
اور گمراہ کیا ان کو	سامری نے	تو لوٹے	موسیٰؑ	اپنی قوم کی طرف	غضبناک ہوتے ہوئے

اَسِفًا ۥ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَلَمْ يَعِدْكُمْ	رَبُّكُمْ
غمگین ہوتے ہوئے	انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے	تمہارے رب نے

وَعْدًا حَسَنًا ۥ	اَفَطَالَ	عَلَيْكُمُ	الْعَهْدُ	اَمْ	اَرَدْتُّمْ
جیسے خوبصورت وعدے کا حق ہے	تو کیا طویل ہوا	تم لوگوں پر	معاہدہ	یا	تم لوگوں نے ارادہ کیا

اَنْ	يَّحِلَّ	عَلَيْكُمْ	غَضَبٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	فَاَخْلَفْتُمْ	مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾
کہ	اتر جائے	تم لوگوں پر	کوئی غضب	تمہارے رب سے	تو تم لوگوں نے خلاف کیا	میرے وعدے کے

قَالُوْا	مَآ اَخْلَفْنَا	مَوْعِدَكَ	بِمَلْكِنَا	وَلٰكِنَّا	حُمِّلْنَآ
ان لوگوں نے کہا	ہم نے خلاف نہیں کیا	آپؐ کے وعدے کے	اپنے اختیار سے	اور لیکن	اٹھوائے گئے ہم سے

اَوْزَارًا	مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ	فَقَذَفْنٰهَا	فَكَذٰلِكَ	اَلْقَى	السَّامِرِيُّ ۙ ﴿۸۷﴾
کچھ بوجھ	قوم کی زینت (زیورات) میں سے	تو ہم نے پھینک دیا ان کو	پھر اسی طرح	ڈالا	سامری

فَاَخْرَجَ	لَهُمْ	عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ
پھر اس نے نکالا	ان کے لیے	ایک بچھڑا	جو ایک ڈھانچا تھا	اس کے لیے	گائے کی ایک آواز

فَقَالُوْا	هٰذَآ	اِلٰهُكُمْ	وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۵	فَنَسِيَ ؕ ﴿۸۸﴾
تو وہ لوگ بولے	یہ	تو لوگوں کا خدا ہے	اور موسیٰؑ کا خدا ہے	پھر وہ (یعنی موسیٰؑ) بھول گئے

اَفَلَا يَرَوْنَ	اَلَّا يَرْجِعُ	اِلَيْهِمْ	قَوْلًا ۙ۵
تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں	کہ وہ لوٹا تا (یعنی جواب نہیں دیتا)	ان کی طرف	کوئی بات

وَّلَا يَمْلِكُ	لَهُمْ	ضَرًّا	وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع
اور وہ اختیار نہیں رکھتا	ان کے لیے	کسی نقصان کا	اور نہ کسی نفع کا

نوٹ:1 آیت 87۔ میں قوم کی زینت یعنی زیورات کے بوجھ کا ذکر ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ زیورات بنی اسرائیل ہی کے لوگوں کے تھے یا مصر کے قبطیوں کے تھے۔ اس سلسلہ میں تورات کی روایات متضاد ہیں۔ کتاب خروج کے باب۔35 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے تھے۔لیکن اسی کتاب کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ملک چھوڑتے وقت یہ زیورات مصریوں سے مستعار لئے تھے۔لیکن یہ دوسری روایت بالکل خلاف قیاس ہے۔بنی اسرائیل کو مصر میں یہ حیثیت حاصل نہیں تھی کہ یہ مصریوں سے زیورات مستعار لے سکیں، بالخصوص ایسی حالت میں کہ برسوں سے ان کے درمیان ایک شدید کشمکش جاری تھی۔اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے زیورات تھے۔آیت 7۔148 میں مِنْ حُلِيِّهِمْ کے الفاظ سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔(تدبر قرآن)